حملے کا فیصلہ اور دشمن کا ردِعمل؟

محمد بن محمد الاسطل ○

میں ان لوگوں میں سے نہیں جو سوشل میڈیا پر چھڑنے والی ہر متنازع گفتگو کا جواب دینے کے لیے میدان میں اُتر پڑتے ہیں۔ چند روز پہلے بعض احباب نے دریافت کیا: ''اس شخص کی رائے کے بارے میں آپ کا کیا جواب ہے، جو یہ کہتا ہے کہ صیہونی دشمن کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں تاکہ اسے اتنے شدید ردِعمل کا موقع نہ ملے''۔ خاموش رہنے کے بجائے اپنے احساسات کو سرسری طور پر بیان کروں گا:

● **پہلی وجہ:** دشمن مسجدِ اقصیٰ کی بے حرمتی، اسے یہودی شناخت دینے، اور ہیکل کی تعمیر کے اپنے ایجنڈے پر ماضی کے مقابلے میں اب بہت زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ اپنے اس ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے ماضی میں پہلے وہ دو یا تین برسوں میں جو اقدامات کرتا تھا، اب وہ دو تین ہفتوں میں ہی وہ سب پورا کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اہالیانِ شہر القدس کو ذلیل و رُسوا کرنے، ہراساں کرنے اور ان کے اہلِ علم و فضل کو جیلوں میں بھرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ صرف یہی نہیں، اس کی حرکتیں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ اب وہ مسجدِ اقصیٰ میں نماز سے مسلمانوں کو روک رہا ہے، اس کی رکاوٹوں کی وجہ سے لوگ نماز کے لیے مسجد تک نہیں پہنچ سکتے۔ مسجد کے اندر تقریباً ۵۰ علمی حلقے منعقد ہوتے تھے، لیکن اب برسوں سے ان پر بھی پابندی عائد ہے۔ مجاہدین کے آپریشن سے چند دن پہلے تقریباً ۵ ہزار صیہونیوں نے مسجدِ اقصیٰ میں گھس کر اس کی بے حرمتی کی۔ کئی دنوں سے ان کی یہی حرکات جاری تھیں۔ مسجد کی بے حرمتی کے ایسے مظاہر گذشتہ بیس برسوں میں بھی سامنے نہیں آئے تھے۔ مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی، اور اسے یہودی رنگ دینے کی بڑھتی ہوئی

○ فلسطینی عالم دین، غزہ، ترجمہ: اشتیاق عالم فلاحی

حرکتوں کے رد میں مجاہدین نے اپنے آپریشن کو انجام دیا۔

●**دوسری وجہ**: دشمن ہمیں گذشتہ پندرہ برسوں سے دھیرے دھیرے موت کی طرف دھکیلنے کے اپنے منصوبے پر کار بند ہے۔ ہمارے درمیان نوجوانوں کی ایک پوری نسل ایسی ہے، جس نے اسی بحران کے درمیان آنکھ کھولی ہے۔ بیس، تیس سال کی عمر کو پہنچے ہوئے اکثر نوجوان زندگی کے ہر میدان سے دُور، روزگار سے محرومی کی زندگی جی رہے ہیں۔ وہ اپنی تعلیم پوری نہیں کر سکتے، شادی نہیں کر سکتے، گھر نہیں بنا سکتے اور انھیں کوئی روزگار بھی نہیں ملتا۔ اس سب کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں طرح طرح کی سماجی مشکلات پھیل چکی ہیں۔ یوں سمجھ لیجیے کہ سماجی اور معاشی مسائل کا ایک لا متناہی سلسلہ ہے۔ قریبی دنوں میں دسیوں ہزار کی تعداد میں نوجوانوں نے اس اُمید پر مغربی ممالک کی طرف ہجرت کی کوشش کی کہ انھیں زندگی گزارنے کے لیے روزگار کے کچھ مواقع میسر آئیں گے۔ وہ ایک مشکل سے نکل کر دوسری مشکل کی طرف جانا چاہتے تھے، لیکن بحری راستے میں ایسے دسیوں نہیں بلکہ سیکڑوں نوجوان سمندر کی نذر ہو گئے۔

●**تیسری وجہ**: ہمارے جو افراد دشمن کی قید میں ہیں، ان کے ساتھ صیہونی اہل کاروں کا رویہ انتہائی وحشیانہ ہے۔ وہ نوجوان ایسی شدید اذیتوں کا سامنا کر رہے ہیں کہ گویا ہر دن کئی کئی بار موت کی چکی میں پیسے جا رہے ہیں۔ آپ تصور کریں کہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو ڈیڑھ میٹر کے سیل میں ۱۳ برسوں سے قید ہیں، کچھ قیدیوں کو براز و گندگی سے لت پت سیل میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ درد و اَلم کا مارا، نفسیاتی اذیت سے دوچار قیدی دو تین دن تک لگ کر اس کی صفائی کرتا ہے کہ اس کے بعد اس میں رہ سکے۔ اس دوران اس کے کپڑے اتارے جاتے ہیں، اسے زدوکوب بھی کیا جاتا ہے۔ پھر جب سیل صاف ہو جاتا ہے تو اسے اسی طرح کے دوسرے گندے سیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے، تاکہ اذیت کا وہی سلسلہ پھر شروع ہو۔

ماضی قریب میں قیدیوں کے ساتھ ہونے والا اذیت ناک سلوک برداشت کی حدوں سے بھی باہر ہو چکا ہے۔ ان میں یہ احساس پیدا ہونے لگا ہے کہ امت انھیں بھول بیٹھی ہے، کسی کو ان کی مصیبت اور ان کے حالات کی فکر نہیں بلکہ کسی کو یہ بھی نہیں پتہ کہ ان کے ساتھ کیا کچھ ہو رہا ہے؟ صیہونی حکومت کے اندر انتہا پسند یہودیوں کی مضبوط گرفت کے سبب قیدیوں کی زندگی کو اس طرح

جہنم بنا دیا گیا ہے کہ عملاً ان کے لیے یہ سب ناقابلِ برداشت ہو چکا ہے۔ گذشتہ مہینوں سے یہ آواز اٹھ رہی تھی کہ ان قیدیوں کی رہائی اور اس جہنم سے ان کی آزادی کے لیے جدوجہد ضروری ہے۔ اس مصیبت میں ہماری قیدی بہنوں کی اذیت کا اضافہ بھی کر لیجیے۔ ہماری بہنوں کو رُسوا کیا جارہا ہے۔ ان کے دین، ان کی عفت، اور ان کی حیا کو جس طرح تار تار کیا جارہا ہے، مجھ میں تاب نہیں کہ اس کی تفصیل بیان کرسکوں۔ ایسے مرحلے میں مجاہدین نے آپریشن کیا تاکہ مظالم کے اس لامتناہی سلسلے پر بند باندھا جائے۔

• **چوتھی وجہ:** مجاہد مزاحمتی حلقوں کی طرف سے یہ وضاحت آچکی ہے کہ انھیں موصول خفیہ معلومات کی روشنی میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ دشمن غزہ کو تباہ کرنے کے لیے اس کے خلاف ایک بھرپور حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ چنانچہ مزاحمتی قوت نے یہ طے کیا کہ دشمن کو اچانک حملے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ اچانک حملہ کر کے دشمن جو اہداف حاصل کرنا چاہتا ہے اسے روکنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اس کارروائی کا آغاز خود مزاحمتی قوت کی طرف سے اچانک ہو نہ کہ دشمن کی طرف سے۔ چنانچہ مجاہدین نے ایک ساتھ کئی مقاصد اور اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے بھرپور کارروائی کی۔ ہم ۲۰۱۴ء میں اسی قسم کے تجربے سے گزر چکے ہیں۔ اس وقت بھی مزاحمتی قوت کو جب یہ اندازہ ہوگیا کہ دشمن غزہ کو تباہ کرنے کے لیے حملے کی تیاری کر رہا ہے تو انھوں نے جنگ کا رسمی اعلان کیے بغیر دو دنوں کے اندر دسیوں میزائل سے دشمن کو نشانہ بنایا، تاکہ وہ اپنے منصوبے سے پہلے ہی جنگ میں داخل ہونے پر مجبور ہو اور اچانک حملہ کر کے دشمن اپنے جو مقاصد پورا کرنا چاہتا ہے (مثلاً اہم قائدین کو قتل کرنا یا سیکڑوں مجاہدین کو ان کی تربیتی مشقوں کے درمیان گرفتار کرنا وغیرہ) انھیں پورا نہ کرسکے۔

میں نے جنگی جہازوں اور میزائلوں کی گھن گرج کے درمیان جلدی میں یہ چار اسباب بیان کیے ہیں۔ پھر یہ بھی عرض کروں گا کہ بارود، آگ، خون اور موت کے مقابلے میں کھڑے لوگ اپنے احوال سے بہتر واقف ہیں، جو ان احوال سے واقف نہ ہو اسے چاہیے کہ وہ کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے صحیح صورتِ حال دریافت کر لے۔ یہی حکمت اور دیانت کا تقاضا ہے۔ اور جو وطن سے دُور ہو اس پر ایسی کوئی پابندی تو نہیں کہ وہ ملکی معاملات میں فتویٰ نہیں دے سکتا،

البتہ ضروری ہے کہ پہلے وہ حصول معلومات کے ممکنہ ذرائع کا استعمال کر لے، کیونکہ فتویٰ کے لیے یہ ایک ضروری شرط ہے۔

جب معرکہ برپا ہو اس وقت ہمیں دستِ تعاون بڑھانا چاہیے، نہ کہ تنقید اور محاسبہ کے تیر چلانے چاہییں۔ جو لوگ صیہونی موقف پر تکیہ کرنے والے استبدادی حکمرانوں کے نقطۂ نظر کو درست سمجھتے ہوں، وہ ان وضاحتوں سے بھی مطمئن نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ ہر اس شخص کے رَد کے لیے تیار رہیں گے، جو انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے گا، تاکہ اسی کی بات درست مانی جائے۔ لہٰذا، اس قسم کی بحثوں میں اُلجھنے کا کوئی بڑا فائدہ نہیں۔

ہم نے برسہا برس سے ایسے تماش بین لوگوں کو دیکھا ہے جن کے بارے میں رسولؐ اللہ کے فرمودات میں ہمیں پہلے ہی بتا دیا گیا ہے۔ ہمیں نصوص میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ محاذوں پر ڈٹ جانے والوں کو اللہ کے حکم سے نہ تو ان کے مخالفین نقصان پہنچا سکیں گے اور نہ ان کو بے یار مددگار چھوڑ کر تماشا دیکھنے والے ایسا کر سکیں گے۔

مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ کچھ لوگوں کو اس پر کوئی دُکھ نہیں ہوتا کہ پوری کی پوری قوم ذلت، رُسوائی، فقر، اور مظلومیت کی دلدل میں ہے۔ انھیں قید و بند کی زنجیروں نے جکڑ رکھا ہے۔ مسجد اقصیٰ کی حرمت پامال ہو رہی ہے۔ ہمارے قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک ہو رہا ہے۔ ان کے نزدیک ''یہ سب فطری اور معمول کی باتیں ہیں، ان سب کے ساتھ جینا سیکھ لینا چاہیے''۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ باطل کہاں ہے جو تمھیں اس کی اجازت دے دے گا کہ تم اسے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرو اور پھر اس پر خاموش رہ کر تم سے محبت اور مہربانی کے ساتھ پیش آتا رہے۔

اللہ جل جلالہٗ سے بس یہی فریاد ہے کہ الٰہی ہم کمزور ہیں ہماری مدد فرما، ہم محتاج اور تیری عنایت کے طلب گار ہیں ہم پر کرم فرما، ہم عاجز ہیں ہمیں غلبہ وقوت عطا فرما، ہم رُسوائی سے دوچار ہیں ہمیں عزت و اقتدار عطا فرما، کسی بھی افواہ پھیلانے والے اور ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والے کے شر سے ہمیں بچا: وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ؁ (یوسف ۱۲:۲۱) ''اللہ اپنے معاملے پر غالب آ کر رہنے والا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے''۔